اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الانفال:2)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

محبّت کا بیج:۔

محبّت کا لفظ بعض علماء کے نزدیک حبہ سے نکلا ہے۔حبہ کہتے ہیں بیج کو اور سب جانتے ہیں کہ اگر کسی بھی بیج کو مناسب زمین مل جائے ، ماحول مل جائے تو وہ پھلتا پھولتا ہے اور پھل پھول نکالتا ہے۔اسی طرح محبّت کا جذبہ ہر انسان کے اندر فطری طور پر موجود ہے۔یہ بیج اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر یوم میثاق میں رکھ دیا تھا۔یوم میثاق اس دن کو کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب روحوں سے ایک عہد لیا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (الاعراف:172) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا: قَالُوْا بَلٰى (الاعراف:172) اے پروردگار! آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

محبّت کیسے ہوتی ہے؟

محبّت دو وجوہات سے ہوتی ہے، کبھی دیکھنے سے اور کبھی بات کرنے سے۔دیکھنا بھی محبّت کا ذریعہ بنتا ہے اور کلام بھی محبّت کا ذریعہ بنتا ہے۔اسی لئے جتنے بھی انبیاء کرام دنیا میں گزرے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی دنیا میں اللہ رب العزت کو دیکھنے کی تمنا ظاہر نہیں کی سوائے حضرت موسیٰؑ کے، انہوں نے کہا:

رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (الاعراف:143) اے پروردگار! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں

تو سب انبیائے کرام میں سے حضرت موسیٰؑ نے آخر ایسا کیوں کہا؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ وہ کلیم اللہ تھے ،وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کرتے تھے اور جب بھی کسی سے ہم کلامی ہو تو اس کو دیکھنے اور اس سے ملنے کی دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ گویا کلام، محبّت کا ذریعہ بنتا ہے اور اگر دیکھ لیا جائے تو پھر محبّت راسخ ہوجاتی ہے۔

یہ دونوں نعمتیں انسان کو اسی دن مل گئیں۔جس دن کلمہ عیان نے ساری روحوں کے سامنے اپنی تجلّی ڈالی، بغیر کسی نقاب اور حجاب کے۔ بے نقاب تجلّی جب روحوں پر پڑی تو ان کو دید نصیب ہوئی اور اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ (الاعراف:172) کے ذریعے ہم کلامی فرمائی۔تو تمام روحوں کو یہ دو نعمتیں اس دن مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا جمال دکھا کر سوزِ عشق عطا کر دیا اور اپنا کلام فرما کر کیف علم عطا فرما دیا۔ یہ دونوں نعمتیں انسان کو مل گئیں۔ کیف علم بھی ملا اور سوز عشق بھی ملا۔

محبّت کا فطری جذبہ:

تو فطری طور پر ہر انسان کے اندر محبّت کا بیج موجود ہے۔ اسی لئے ہر انسان فطری طور پر حسن و جمال کا قدر دان ہے......اچھا منظر دیکھیں گے، اچھا لگے گا، اچھی عمارت دیکھیں، اچھی لگے گی، خوبصورت درخت دیکھیں، اچھے لگیں گے، خوبصورت شخصیت دیکھیں، اچھی لگے گی، کسی چیز میں بھی حسن و جمال ہوگا تو انسان کا دل اس کی طرف کھنچے گا یہ ایک فطری سی چیز ہے۔ اسی کو شعراء نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ کسی نے تو یوں کہا:

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے ، جگر نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے جو تجلّی ڈال دی تو بندے سے دل لے لیا۔ ہر بندے کے دل میں یہ محبّت کا بیج ڈال دیا۔

چنانچہ کسی نے کہا:

شاید بزم ازل میں اک نگاہ ناز سے عشق کو اس انجمن میں آشکارا کر دیا

اک نگاہ ڈال دی اور مخلوق کے اندر محبّت کا یہ سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک شاعر نے کہا:

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی قسمت میں میرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ ہے

کسی نے کہا:

پیدا ہوئے تو ہاتھ جگر پر دھرے ہوئے کیا جانیں ہم ہیں کب سے کسی پر مرے ہوئے؟

(کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ اس کے جگر پر ہوتے ہیں)

کسی نے یوں کہا

میری طفلی میں شانِ عشق بازی آشکارا تھی اگر بچپن میں کھیلا کھیل تو آنکھیں لڑانے کا

اور ایک شاعر نے اس کو یوں کہا:

کہیں کون ومکان میں جو نہ رکھی جاسکی اے دل!

غضب دیکھا وہ چنگاری میری مٹی میں شامل تھی

وہ عشق کی چنگاری جو کون ومکاں میں کہیں نہیں سماتی تھی۔ اللہ رب العزت نے اس عشق کی چنگاری کو میرے دل کی مٹی میں شامل کر دیا۔

عِشق اور فِسق:

چنانچہ دنیا کے ہر انسان کو عشق سے واسطہ پڑتا ہے یہ اور بات ہے کہ خالق کا عشق ہو یا مخلوق کا عشق ہو۔ خالق کا عشق ہو تو وہ نور ہو گا اور مخلوق کا شیطانی، نفسانی، شہوانی عشق ہو گا تو اسکے اندر ظلمت ہو گی

۔خالق کا عشق نیکی ہے اور مخلوق کا عشق جو نفسانی اعتبار سے ہو وہ گنا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کی محبّت کو عشق کہنا چاہیئے اور مخلوق کے نفسانی تعلّق کو فسق کہنا چاہیئے۔یہ عشق نہیں ہوتا، یہ فسق ہوتا ہے۔

پتھر سے ہو خدا سے ہو یا پھر کسی سے ہو آتا نہیں ہے چین محبّت کئے بغیر

اور ایک شاعر نے کہا:

دل بحر محبّت ہے یہ کرے گا لاکھ اس کو بچا تو یہ کسی پر تو مرے گا

جب دل نے محبّت کرنی ہی ہے تو اے بندے! کیوں نہ اپنے پروردگار سے محبّت کرلو۔مخلوق سے محبت کرنے کا کیا نتیجہ نکلے گا کہ ایک دن بالآخر اس سے جدا ہو جانا ہے۔تو یاد رکھیئے کہ جس انسان نے مخلوق سے دل لگایا، ایک نہ ایک دن مخلوق سے جدا کر دیا جائے گا اور جس انسان نے اللہ رب العزت سے دل لگایا ایک نہ ایک دن اللہ سے ملا دیا جائے گا۔

ماہرینِ نفسیات کے فلسفہ ہائے حیات:

دنیا کے سائنسدانوں نے، ماہر نفسیات لوگوں نے انسان کی نفسیات کا مطالعہ **(Study)** کرنے میں پوری پوری زندگی گزار دی ۔دنیا میں بڑے معروف اور نمایاں قسم کے ماہر نفسیات گزرے ہیں، سائنسدان گزرے ہیں۔انہوں نے اپنی زندگی کی محنتوں کا نچوڑ نکالا یہ اور بات ہے کہ وہ ٹھیک تھا یا غلط تھا۔

کارل مارکس کا نظریہ:

مثلاً کارل مارکس نے اپنی ساری زندگی کی محنت کا نچوڑ یہ نکالا کہ انسان کی زندگی کے اعمال کا محرک اس کا کھانا پینا ہے۔اس نے روٹی پانی کو انسان کے اعمال کا محرک قرار دیا ہے کہ انسان کے تمام اعمال روٹی پانی کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ سارا کاروبار جو نظر آتا ہے، یہ دنیا کا جو بازار سجا نظر آتا ہے یہ سب روٹی پانی

کا چکر ہے۔ چنانچہ اس نے روٹی پانی کو انسان کے تمام اعمال کا محرک اور مرکز قرار دیا ہے۔

الفریڈ ایڈلر کا نظریہ:

ایک اور ماہر نفسیات الفریڈ ایڈلر نے کہا کہ جذبہ تفوق (دوسروں پر فوقیت حاصل کرنا) انسان کے تمام اعمال کا مرکزی نقطہ ہے ۔انسا ن دنیا میں جو کام بھی کرتا ہے وہ بڑائی چاہتا ہے، وہ دوسروں سے Superierity (برتری) چاہتا ہے۔ وہ دوسروں پر مکمّل اختیار چاہتا ہے، تو اس نے جذبہ تفوّق کو انسانی اعمال کا محرک قرار دیا ہے۔

فرائیڈ کا نظریہ:

ایک تیسرا سائنسدان فرائیڈ تھا۔ اس نے جذبہ جنسیات کو انسان کے اعمال کا محرک قرار دیا ہے۔ اس نے کہا کہ جی نہیں، روٹی پانی ایک طرف، اصل میں تو انسان کے اندر جنسی خواہشات کے مزے لوٹنے کی اتنی زیادہ چاہت ہوتی ہے کہ یہ تمام دنیا کا کھیل اسی کے گرد کھیلا جا رہا ہے۔ مرد اور عورت میاں بیوی بنتے ہیں، اپنے اسی جذبہ جنسیات کو پورا کرنے کی خاطر اور چونکہ اولاد ہو جاتی ہے تو باقی ذمہ داریاں ان کے پلے پڑ جاتی ہیں۔ اس نے جنسیات کو انسانی زندگی کا مرکز اور محور قرار دیا ہے۔

اسلامی نظریہ:

دین اسلام نے آ کر بتایا کہ لوگو! تمہیں دھوکہ ہوا، تمہیں بھول ہوئی، تم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرے، تم نے ہاتھی کے پاؤں کو ستون سمجھ لیا، تم نے حقیقت کو سمجھنے کی کوشش تو کی لیکن عقل چونکہ ادھوری تھی اس لئے وہ پوری بات کو سمجھ نہ سکی۔ دین اسلام نے محبّت الٰہی کو تمام اعمال کا محرک قرار دیا۔ اس لئے اگر آپ غور کریں تو دنیا کی اکثریت ایسے انسانوں کی ہے جو کسی نہ کسی شکل میں خدا کو مانتے ہیں۔ ایک خدا کو مانیں یا سینکڑوں خدا کو مانیں، خدا کو مانتے ضرور ہیں۔ مکہ کے مشرکین نے بھی

۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔روز کا نیا خدا،کوئی لکڑی کا خدا،کوئی پتھر کا خدا،کوئی لوہے کا خدا،کوئی موٹا خدا،کوئی چھوٹا خدا،سب جھوٹے خدا۔مگر خدا کا تصوران کے ذہن میں بہرحال تھا۔دنیا کے جتنے بڑے بڑے مذاہب ہیں،مسلمان ہیں،یہودی ہیں،عیسائی ہیں یاان کے علاوہ ہندوؤں کو دیکھو،سکھوں کو دیکھو،بدھ مت کو دیکھوسب لوگ کسی نہ کسی شکل میں خدا کے تصور کو مانیں گے۔فرق اتنا ہے کہ ہم نے اس کو''اللّٰہ'' کہا اور ہندوؤں نے اس کو''رام'' کہا،مگر کسی نہ کسی بڑی ذات کو مانتے ضرور ہیں۔اپنی مصیبت میں کسی نہ کسی کے سامنے دامن پھیلائے کھڑے ضرور ہوتے ہیں۔جب دریا میں کشتی ڈوبنے لگتی ہے،قرآن کہتا ہے کہ ذرا پوچھو ان سے! یہ کس کو پکارتے ہیں؟ یہ جس کو پکارتے ہیں وہی ان کا پروردگار ہے۔

سائنسدانوں کا دھوکہ:

لیکن چونکہ دنیا کے سائنسدانوں نے حقیقت کو نہ سمجھا اس لئے انہوں نے دھوکہ کھایا،ٹھوکر کھائی۔عقل کے اوپر جو بھی بنیاد ہوتی ہے وہ ہمیشہ نازک ہوتی ہے۔

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پائیدار ہوگا

چنانچہ کفر نے جب دیکھا کہ انسانی اعمال جنسیات کی وجہ سے ہیں یا روٹی پانی کی وجہ سے تو انہوں نے مخلوق کو اسی نظام کے پیچھے لگا دیا،مگر جو فطری جذبہ ان کے اندر تھا،وہ کھا،پی کر بھی پورا نہ ہوسکا،وہ اپنے جنسی تقاضے کو پورا کر کے بھی پورا نہ ہوسکا۔اس لئے کہ وہ فطری جذبہ تو اپنی جگہ موجود تھا۔لہٰذا کفر کی دنیا بے راہ روی کا شکار ہوگئی۔اس محبّت کے جذبہ کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے مخلوق سے محبّت کرنا شروع کردی۔چنانچہ کفر کی دنیا میں کھانا پینا مقصد زندگی ہے اور باقی زندگی ان کی مخلوق کی محبّت کے گرد گھومتی ہے۔ان کے نزدیک محبّت (love) کا بنیادی مقصد ایک مرد اور عورت کا آپس کا ملاپ ہے۔اس

لئے وہ تمام چاہتوں کو پورا کر کے بھی ادھوری زندگی گزارتے ہیں اور انہیں اپنا آپ خالی نظر آتا ہے ۔کھوئے کھوئے لگتے ہیں ،حق کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں ،انہیں مقصدِ زندگی نصیب نہیں ہوتا۔اس لئے کہتے ہیں

We are in search of truth

ہم سچ کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔

سچ کیا ہے؟

اور سچ کیا ہے ؟ جو اسلام نے بتایا کہ لوگو ! تمہارا ایک پروردگار ہے جو بہت صفات کا مالک ہے، تمہیں اپنے اس خالق اور مالک کے ساتھ بے پناہ محبّت حاصل کرنی چاہیئے ،زندگی کی ترتیب یہ ہوگی تو تمہارے فطری جذبے کو تسکین مل جائے گی ۔اسی لئے دینِ اسلام نے ایک ٹھوس بات بتائی کہ لوگو ! اپنے دلوں میں اپنے رب کی محبّت کو پیدا کرلو،تمہاری زندگیوں کی تمام پریشانیوں کا حل تمہیں مل جائے گا ۔تمہاری پریشانیوں کا حل نہ روٹی میں ہے ،نہ کپڑے میں ،نہ مکان میں ،کسی چیز میں حل نہیں ہے ،تمہاری پریشانیوں کا حل تمہارے مالک اور خالق کی محبّت کے حاصل کرنے میں ہے ۔اگر وہ محبّت دل میں ہوئی تو تم فاقے سے بھی ہوگے تو تم اپنی زندگی سے محظوظ (Enjoy) کررہے ہوگے ،تم ویرانے میں بھی بیٹھے ہوگے تو تمہیں انجمن میں بیٹھنے کا مزہ آرہا ہوگا۔

محبّت کی حقیقت:

دینِ اسلام نے محبّت کی حقیقت کو بڑے اچھے انداز سے کھول کر واضح کردیا اور بتایا کہ محبّت ایک وجدانی کیفیت ہے اور اس کا مادہ فطری طور پر ہر انسان کے خمیر میں رکھ دیا گیا ہے ۔جس کو وہ ماحول مل جاتا ہے تو یہ بیج پھر پھلتا پھولتا ہے اور اس میں نیک اعمال کے پھل پھول نکلتے ہیں ۔لہٰذا دنیا کا کتنا گناہ گار اور

غافل ترین انسان کیوں نہ ہو اگر اس کو آپ اچھے ماحول میں لے آئیں تو اس کے اندر وہ فطری بیج پھلنے پھولنے کے Chance (امکانات) موجود ہوتے ہیں۔

اس لئے دنیا نے دیکھا کہ ابن ثبات وقت کا کتنا بڑا ڈاکو تھا۔ وقت کے حکام نے اس کو سزائیں دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، حتیٰ کہ اس کا ہاتھ بھی کاٹا، اس کو دس سال تک انہوں نے قید و بند کی صعوبتوں میں بھی رکھا، لیکن دس سال کے بعد جب جیل سے نکلا تو پھر اس نے چوری کرنی شروع کر دی۔ بالآخر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا کسی طرح واسطہ پڑا تو اس مردِ قلندر کی ایک نگاہ تھی جس نے اس کے دل کو بدل دیا۔ حتیٰ کہ وہ وقت کا ولی بنا اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے اس نے اجازت وخلافت پائی۔ تو انسان کتنا ہی غافل کیوں نہ ہو، اللہ والوں کی صحبت میں وہ ماحول مل جاتا ہے، وہ فضا مل جاتی ہے جہاں ہر انسان کے اندر چھپا ہوا دل محبّت الٰہی کی انگڑائی لیتا ہے اور انسان کا دل اسے نیکی کی طرف آنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ والوں کی ایک محفل بعض لوگوں کی زندگی کا رخ بدلنے کا ذریعہ بن جایا کرتی ہے،

دل ازل سے ہے کوئی آج کا شیدائی ہے		تھی جو ایک چوٹ پرانی وہ ابھر آئی ہے

وہ جو یوم میثاق کو عشق کی چوٹ پڑی تھی، ان کی محفلوں میں وہ چوٹ پھر ابھر آتی ہے، پھر وہ دردِ محبّت دل میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ پھر انسان اپنے آپ کو اللہ کے قریب محسوس کرتا ہے اس لئے ایک شاعر نے ناز میں آکر اپنے بارے میں اشعار کہے۔ کہتا ہے:

نازم باچشمِ خود کہ جمالے تو دیدہ است		افتم باپائے خود کہ باکوئید رسیدہ است

میں اپنی آنکھوں پر بڑا ناز کرتا ہوں کہ اس نے تیرے جمال کو دیکھا ہے، میں اپنے پاؤں پر گرا ہوا ہوں اسی خوشی کی وجہ سے کہ وہ تیرے کوچے کے اندر چل کر گئے ہیں

ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را		کو دامنت گرفتہ بوسویم کشیدہ است

’’ہر لمحے میں اپنے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوں کہ تیرے دامن کو انہوں نے پکڑا اور تجھے اپنی طرف کھینچا‘‘ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبّت ملتی ہے نا تو پھر انسان کو اپنے اوپر بھی پیار آتا ہے کہ میں نے یہ کتنا اچھا کام کیا کہ اللہ کی محبّت کو اپنے دل میں بسالیا، میں نے کتنے اچھے راستے کو چن لیا۔ میں نے اس محبوب حقیقی کی محبّت کو زندگی کا مقصد بنالیا۔

محبّت الٰہی کی شیرینی:

میرے دوستو! حلوائی کی دکان پر مکھیاں بیٹھی ہوتی ہیں، وہ ان کو اڑاتا بھی ہے تو مکھیاں جاتی نہیں ہیں، وہ پھر ہٹ کر لڈو پر بیٹھتی ہیں، پھر ہٹ کر برفی پر بیٹھتی ہیں، شہد پر بیٹھتی ہیں، ہٹتی نہیں ہیں، سینکڑوں دفعہ اڑاؤ تو پھر وہیں آکر بیٹھیں گی۔ آخر بات کیا ہے؟ شیرینی نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا ہوتا ہے۔ ان محفلوں میں یہ محبّت الٰہی کی شیرینی ہوتی ہے جو کھینچ کر لے آتی ہے۔ کسی کے کاروبار کا تقاضا، کسی کے گھر بار کا تقاضا، کسی کی صحت کا معاملہ، سینکڑوں چیزیں ہوتی ہیں، جو ان کو یہاں سے لے جانے پر مجبور کر رہی ہوتی ہیں، تمام تقاضوں کو اپنی جگہ دبا کر ان محفلوں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور یہاں ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے، سمجھانا بھی پڑتا ہے، آداب سکھانے پڑتے ہیں۔ اور جب بھی تربیت کرنی پڑے گی تو کبھی پیار سے اور کبھی ناراض ہو کر، جلال اور جمال اور دونوں انداز سے بندے کی تربیت ہوتی ہے۔ ماں باپ یہی تو کرتے ہیں، کبھی بچے کو پیار سے سمجھاتے ہیں اور کبھی اس کو غصے میں آکر سمجھاتے ہیں۔ عین غصے میں بھی ان کے دل میں پیار ہی پیار ہوتا ہے مگر بچے کو سمجھانا ہوتا ہے۔ اسی طرح سالکین کو یہاں کتنی مرتبہ ایک بات پر ٹوکا جاتا ہے، روکا جاتا ہے، وہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کھاتے ہیں پھر قریب آتے ہیں۔ وہ حلوائی کی دکان کی طرح ہٹ کر جاتے نہیں ہیں۔ یہ محبّت الٰہی کی شیرینی ایسی ہے کہ جب دل کو ایک مرتبہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تو جانے کا دل نہیں کرتا۔

کتنے لوگ اجتماع کی دعا کے دن مجبوریوں کی وجہ سے جانا چاہتے ہیں اور ان کے پاؤں ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے زمین نے پکڑ لئے ہوں۔ کہتے ہیں: جی پتہ نہیں کیا مقناطیسیت ہے؟ کہ یہاں سے پاؤں ہٹتے ہی نہیں۔ کہنا پڑتا ہے کہ بھئی آپ نے جانا تھا تو آپ جائیں...... وہ کیا چیز ہوتی ہے؟ وہ اصل میں محبّت الٰہی ہے۔

عشق کی دکانیں اور عشق کی پُڑیا:

جن کے دلوں میں یہ محبّت الٰہی جوش مارتی ہے، وہ پھر عشق کی دکانوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جیسے دنیا میں حلوائی کی دکانیں ہوتی ہیں، ایسے ہی اس دنیا میں عشق کی بھی دکانیں ہوتی ہیں۔ یہ جو اللہ والوں کی جگہیں ہوتی ہیں، خانقاہیں ہوتی ہیں یہ عشق کی دکانیں ہوتی ہیں، یہاں سے عشق کی پڑیا ملتی ہے۔ حکیم کے پاس چلے جاؤ تو جسمانی بیماری کی پڑیا ملے گی، ان روحانی طبیبوں کے پاس چلے آؤ تو روحانی بیماریوں کی پڑیا ملے گی۔ محبّت الٰہی والی ایسی ایک پڑیا دیتے ہیں کہ اندر کی ساری بیماریوں کو شفاء کلی نصیب ہو جاتی ہے۔ یہی دوائے دل ہے جس کو لینے کے لئے آپ حضرات یہاں آتے ہیں اور اپنا وقت یہاں گزارتے ہیں۔ یہ سالکین کا اجتماع اسی دوائے دل کو حاصل کرنے کے لئے ہے۔ سب اللہ کو چاہنے والے ہیں،

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

سب اللہ کے چاہنے والے، سب اسی کے دیوانے، اسی کی محبّت میں بے قرار ہو کر ان جگھوں پہ آجاتے ہیں۔ اسی کو شاعر نے کہا:

نہ دانامہ گل خانداکہ رنگ و بو دارد کہ مرغ ہر چمن گفتگوئے او دارد

ایمان کی شرط:

دنیا میں اسلام کا حسن و جمال دیکھئے کہ اس نے محبّت الٰہی کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ دین اسلام نے محبتِ الٰہی کو ایمان کی شرط قرار دیا۔ چنانچہ ابورضیع رضی اللہ عنہ ایک صحابی نے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّمَّا سِوَاهُمَا

کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے تمہیں زیادہ محبوب ہو جائیں، اسی کا نام ایمان ہے۔ تو یہ ایمان کی شرط ہے۔ قرآن مجید میں بھی کہہ دیا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٰنِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ:24)

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، خدا اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو حتی کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) بھیجے۔

دیکھا! ان تمام چیزوں سے اللہ رب العزت اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کو غالب ہونا چاہئے۔

دل اور دماغ کا فرق:

میرے دوستو! انسان کے پاس دو نعمتیں ہیں ایک دل اور ایک دماغ۔ دماغ علم الٰہی کا برتن ہے اور دل عشق الٰہی کا برتن ہے، مگر دونوں میں فرق بہت زیادہ ہے۔ وجہ کیا ہے؟ دماغ ہفت زبان ہوتا ہے اور دل یک زبان ہوتا ہے۔

سات زبانوں میں اشعار:

سات زبانیں تو بہت سارے لوگ جانتے ہی ہیں۔ چلیں آپ کو سات زبانوں میں اشعار سناتے ہیں:

اردو میں علامہ اقبال نے کہا:

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولین ہے عشق　　عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدہ تصورات

اگر محبّت الٰہی نہ ہو تو پھر پوری کی پوری شریعت تصورات کا بت کدہ بن جاتی ہے۔ اگر محبّت الٰہی کو نکال دو تو پیچھے کیا رہ گیا۔

فارسی میں کہنے والے نے کہا:

یابہ مورہ یابم جستجوئے می کنم　　حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

میں اسے پاؤں یا نہ پاؤں مگر میں اس کو پانے کی جستجو تو کروں گا وہ مجھے حاصل ہو یا نہ ہو مگر اس کی آرزو تو مجھے کرنی ہے۔

عربی زبان میں بھی اشعار ہیں۔ کسی نے کیا پیارا شعر کہا ہے:

تَرَكْتُ لَاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا　　كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

کبھی کبھی تنہائی میں اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھنا چاہیے اور انسان کے دل میں یہ جو مخلوق کی محبّت چھپی ہوئی ہے نا، کسی کزن کی محبّت، کسی پڑوسن کی محبّت، یہ لات اور منات ہیں آج کی دنیا کے۔ تو اپنے نفس کو کہنا چاہیے۔

تَرَكْتُ لَاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا　　كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

لات اور منات کو میں نے چھوڑ دیا، ایسا ہی کرتا ہے ہر وہ شخص، جس کو اللہ نے بصیرت دی ہوئی ہوتی ہے

انگریزی میں بھی کہنے والوں نے محبّت الٰہی میں باتیں کیں، مثلاً کسی نے کہا:

Oh Allah! sweet is your memory,

Dear is your name,

Deep in my heart you will always remain.

اواللہ! آپ کی یاد بڑی میٹھی ہے اور آپ کا نام بڑا پیارا ہے۔ اللہ! میرے دل کے اندر آپ ہمیشہ رہیں گے۔

سرائیکی زبان میں بھی اللہ کی محبّت میں کہنے والوں نے کہا:

ہور کہانی مول نہ بھانی الف لئم دل کھس وے میاں جی
"ب" "ت" دی میکوں لوڑ نہ کائی الف کیتم بے وس وے میاں جی

اللہ! کوئی اور کہانی مجھ کو اچھی نہیں لگی، ایک الف اللہ وہ ہی مجھے کافی ہے، الف نے مجھ سے میرا دل چھین لیا......اللہ اکبر کبیرا!

پنجابی زبان میں بھی حضرت باہوؒ کے کتنے پیارے شعر ہیں:

الف اللہ چنبے دی بوٹی من مرشد میرے وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیں اے بوٹی لائی ہو

اللہ تعالیٰ کی محبّت میں پشتو زبان والوں نے بھی اشعار کہے۔ ہمیں تو آتی نہیں ہے لیکن آپ کو شعر سناتے ہیں۔

چہ اللہ در سرہ مل نہ وی رحمانہ کہ لبنکرے در سرہ وی یک تنھائے

اگر تجھے اللہ نہ ملے تو اے رحمٰن! تیرے پاس لشکر بھی ہوں تو تو اکیلا اور تنہا ہے۔

دل کی زبان:

تو انسان کا دماغ ہفت زبان ہے اور دل یک زبان ہے۔ دل ایک زبان جانتا ہے اور اس زبان کا نام ہے محبّت، دل صرف محبّت کی زبان جانتا ہے۔ اس لئے اللّٰہ کا نام لو، دل پھڑک اٹھے گا، تڑپ اٹھے گا۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے　　عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ واعظ نہ خطیب

تو دماغ ہفت زبان ہے، دل یک زبان، وہ محبّت کی زبان جانتا ہے۔ اسی لئے کہنے والے نے کہا:

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل　　لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

عقل اور چیز ہے دل اور چیز ہے۔ عشق اور عقل کا علامہ اقبال نے ایک اور جگہ بہت پیارا تقابل لکھا ہے۔ کہتے ہیں:

نالہ ہے بلبل شوریدہ خام ابھی　　اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل　　عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل　　عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل کہتی ہے، ادھر راستہ ہی نہیں جاتا، عشق کہتا ہے کہ اس راستے میں یار کو ہزاروں دفعہ مل کے آیا ہوں۔

علم کی حد سے پرے بندہ مومن کے لئے　　لذت شوق بھی ہے، نعمت دیدار بھی ہے

اسی لئے،

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے　　تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

فرزانہ کہتے ہیں جو عقل سمجھ کے ساتھ اس راستے کو طے کر رہا ہو۔

جن کے اندر منزل کو پا لینے کی دیوانگی ہوتی ہے پھر وہ منزل پر پہنچ جایا کرتے ہیں۔ان کے لئے منزل قریب ہوتی ہے۔

دل کا کام:

انسان کے جسم کے مختلف اعضاء ہیں، ہر عضو کا ایک کام ہے: آنکھ کا کام ہے دیکھنا، زبان کا بولنا، کان کا سننا، دماغ کا سوچنا، اور دل کا کام محبّت کرنا۔آنکھ کا تصور دیکھے بغیر نہیں، کان کا تصور سننے کے سوا نہیں، اسی طرح دل کا تصور محبّت کے بغیر نہیں۔دل محبت کا برتن ہے، محبّت اس میں ہوگی۔یہ الگ بات ہے کہ خالق کی محبّت ہو یا مخلوق کی۔فرق اتنا ہوتا ہے کہ جو اللہ والوں کی صحبت میں آجاتے ہیں ان کے دلوں سے مخلوق کی محبّت کھرچ کے نکل جاتی ہے۔اور اللہ کی محبّت سے ان کے دل لبریز ہوجاتے ہیں، یہ عشق کی راہ پر چل جاتے ہیں اور دوسرے فسق کی راہ پر چل رہے ہوتے ہیں۔

اعضاء کی لذات:

ایک بات ذہن میں رکھنا! کہ انسان کے ہر عضو کی اپنی لذت ہوتی ہے۔

آنکھ کی لذتیں:

کچھ لذتیں انسان کو آنکھوں سے ملتی ہیں۔آپ خوبصورت منظر دیکھیں تو اتنا اچھا لگتا ہے بسا اوقات تو کہ پیچھے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا۔کبھی دیکھا کریں، جو لوگ حج اور عمرے پہ جاتے ہیں جب وہ جدا ہو رہے ہوتے ہیں اور بیت اللہ شریف پر ان کی نگاہیں جمی ہوتی ہیں، اب ان کے لئے وہاں سے قدم پیچھے ہٹانا ایک مسئلہ ہوتا ہے، دل ہی نہیں چاہتا کہ بیت اللہ شریف سامنے ہے اور بندہ پیچھے ہٹ جائے اور اس کو اپنی آنکھوں سے اوجھل کردے۔ایک نعمت ہے جو بیت اللہ کو دیکھنے سے مل رہی ہوتی ہے۔جی چاہتا ہے کہ بغیر آنکھ جھپکے میں اللہ کے گھر کا دیدار کرتا رہوں۔تو کچھ لذتیں دیکھنے کی راہ سے ملتی ہیں، کچھ

لذتیں انسان کو سننے کے راستے سے ملتی ہیں۔ جیسے اچھی آواز میں قرآن پڑھا جائے کتنا مزہ آتا ہے! نبی ﷺ کی شان میں اشعار پڑھے جائیں کتنا مزہ آتا ہے۔ ابھی عزیزم اظہر اقبال آپ کے سامنے نعت پڑھ رہے تھے، میں نے مجمع میں کتنے لوگوں کو دیکھا جن کی آنکھوں سے آنسو آرہے تھے۔ یہ کیا چیز تھی؟ ایک اچھی آواز میں اپنے محبوب کی جو تعریف ہوئی تو پھر دل قابو میں نہیں رہتا۔ وہ آنسوؤں کی زبان میں پھر اپنا پیغام لکھوانا شروع کر دیتا ہے۔ قلم تو سیاہی سے پیغام لکھواتا ہے اور دل آنکھوں کے پانی سے پیغام لکھوایا کرتا ہے۔

ناک کی لذتیں:

اسی طرح کچھ لذتیں انسان کو ناک کے راستے سے ملتی ہیں۔ مثال کے طور پہ خوشبوئیں، عنبر کو سونگھیں اور مزہ، عود کو سونگھیں اور مزہ کستوری کو سونگھیں تو اور مزہ۔ ہمیں ایک دفعہ ایک عربی دوست نے کستوری لا کر دیدی، بہت سال پہلے کی بات ہے، ابھی شادی نہیں ہوئی تھی عجیب خوشبو تھی اس کی۔ اللہ کی شان کہ کوئی ایک دو مہینے کے بعد ہمارے ایک قریبی دوست تھے (وہ جنرل منیجر تھے) ان کی شادی ہوئی تو ہم نے شادی پر اس کو وہ کستوری تحفہ اور ہدیہ کے طور پہ دے دی۔ ایک مہینے کی چھٹی گزار کر وہ واپس آئے تو بات بات میں ہم نے پوچھا کہ جی وہ خوشبو کیسی تھی؟ کہنے لگے: تھی تو بڑی اچھی، مگر اس نے تو لڑائی ڈلوادی۔ ہم بڑے پریشان ہوئے یا اللہ خیر! کہنے لگے کہ میں نے وہ خوشبو اپنی بیوی کو ہدیہ کر دی اور میری بیوی نے وہ خوشبو اپنے کپڑوں پر لگالی، اب خاندان کی جتنی نوجوان لڑکیاں تھیں وہ اس کے گرد ہوگئیں کہ یہ خوشبو ہمیں بھی دو، اس بیچاری نے ساری تقسیم کر دی۔ وہ کہتیں: تم نے چھپائی ہوئی ہے اور دو، جن کو دی، وہ تو خوش ہوئیں اور جن کو نہ دی وہ ناراض۔ اور اب تک سب یاد کرتے ہیں کہ وہ خوشبو کہیں سے منگوا کر دو۔ تو بعض اوقات ایسی خوشبوئیں ہوتی ہیں، اور وہ واقعی ایسی خوشبو تھی کہ اس عاجز

نے اپنے کپڑوں کو اپنے ہاتھوں سے دھویا، کپڑے دھونے کے باوجود ایک ہفتے تک کستوری کی خوشبو میرے کپڑوں سے آرہی تھی۔تو کچھ لذتیں انسان کو ناک کے راستے سے ملتی ہیں۔

زبان کی لذتیں:

کچھ زبان کے راستے سے لذتیں ملتی ہیں، یہ جو کھانے پینے کے Taste (ذائقہ) اور لذتیں ہیں یہ بسا اوقات انسان کو مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انسان کتنا کہہ رہا ہو کہ میں نے پیٹ بھر لیا ہے، پیٹ بھر لیا ہے،اس کو اگر آپ کوئی میٹھائی دکھا دیں، آئس کریم کے Flavour (مہک) سونگھا دیں تو اسی وقت منہ میں پانی آجائے گا، کہے گا کہ نہیں یہ تو مجھے کھانی ہی ہے۔اور جس کو شوگر ہوگی وہ تو کہے گا نہیں جی اللہ تو کل کھالیتا ہوں، ویسے یہ مجھے کچھ کہتی نہیں ہے۔تو میٹھا کھانے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور ہماری محفل میں چونکہ دوستوں کو پتہ ہے کہ اگر کسی کو ایسی مرض ہو تو میں اس پر ذرا سختی کرتا ہوں تو جس نے کھانا ہوتا ہے وہ پھر مجھ سے چھپ چھپ کر کھاتا ہے۔ڈاکٹر نے منع بھی کیا ہوتا ہے مگر کھانے سے رہ نہیں سکتے۔تو کچھ لذتیں انسان کو زبان کے راستے ملتی ہیں۔

پوشیدہ اعضاء کی لذتیں:

کچھ لذتیں انسان کو جسم کے پوشیدہ اعضاء کے ذریعے ملتی ہیں۔ وہ جوانی کی لذتیں ہیں اور سب شادی شدہ لوگ جانتے ہیں کہ ان لذتوں کے سامنے کھانے پینے کی لذت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

دل کی لذتیں:

تو جس طرح ہر عضو کی لذت جدا ہے۔اور ایک عضو سے بڑھ کر دوسرے عضو کی لذت بڑی ہے۔ان تمام اعضاء کا سردار انسان کا دل ہے اور ایک لذت انسان کو دل سے بھی ملتی ہے اور وہ لذت ہے محبّت الٰہی کی لذت۔جس اللہ کے بندے کو یہ محبّت الٰہی کی لذت مل گئی پھر جسمانی نفسانی لذتیں اس کے سامنے ہیچ ہو

جاتی ہیں

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ اللہ تعالیٰ کی لذت بھی عجیب ہوتی ہے۔یہی ہوتی ہے جو اللہ والوں کو تہجّد کے وقت میں جگاتی ہے، جو ساری ساری رات انسان کو مصلے پر بٹھاتی ہے، جو انسان کو مراقبے میں گھنٹوں بٹھائے رکھتی ہے، جو تنہائی میں بھی انسان کو اداس نہیں ہونے دیتی۔ یہ دل کی لذت ہوتی ہے جو اللہ والوں کو دل کے مزے نصیب ہوتے ہیں۔اسی لئے جو لوگ اللہ والوں کی محفل میں آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو گدگدا دیتے ہیں۔دیکھیں بھئی! بدن پر کوئی گدگدی کرے تو کتنی عجیب سی کیفیت ہوتی ہے، مزہ آتا ہے، برداشت نہیں ہوتا۔تو جسم کو گدگدی ہو تو اتنا مزہ اور اگر دل کو گدگدایا جائے تو کتنا مزہ آئے گا! تو اللہ کی باتوں سے ،اللہ کے تذکرے سے، اللہ کے ذکر سے، اللہ والے سالک کے دل کو گدگداتے ہیں۔تو پھر بندے کو مزہ مل جاتا ہے،لطف نصیب ہو جاتا ہے۔

قانونی تعلّق:

ایک بات دل میں رکھنا! ایک ہوتا ہے قانونی تعلّق اور ایک ہوتا ہے جنونی تعلّق۔بات بڑی نکتے کی ،سمجھنے والی ہے۔ایک ہوتا ہے قانونی تعلّق اور ایک ہوتا ہے جنونی تعلّق۔مثال کے طور پر کئی دفعہ میاں بیوی رشتہ میں تو میاں بیوی ہوتے ہیں لیکن انڈرسٹینڈنگ (مفاہمت) بالکل نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے روز کھٹ پھٹ ہوتی رہتی ہے۔اور کھٹ پھٹ ہوتے ہوتے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کو دل نہیں کرتا۔ایک گھر میں رہتے ہیں، ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی کہلاتے ہیں، خاوند کما کر لاتا ہے، بیوی کو خرچہ دیتا ہے اور بیوی روٹی پکاتی ہے، گھر کے کام کاج کرتی ہے، دونوں گھر چلا رہے ہوتے ہیں مگر تعلّق کون سا ہوتا ہے قانونی تعلّق ہوتا ہے۔کہ میاں بیوی جو ہوئے، اب

وقت تو گزارنا ہے۔ چنانچہ خاوند نے کبھی بیٹھ کر بیوی کے ساتھ روٹی نہیں کھائی ہوتی۔ بیوی بیمار ہو جائے تو کبھی اس نے پوچھا بھی نہیں ہوتا کہ تم نے دوائی بھی لی یا نہیں، اس لئے کہ قانونی تعلّق جو رہ گیا۔ دل میں محبّت نہیں ہے، ظاہر داری ہے۔ اور اس ظاہر داری کی وجہ سے راتوں کو دیر سویر سے آتا ہے، کبھی بیوی کی طرف مسکرا کر نہیں دیکھتا، ذرا موقع ملتا ہے تو فوراً ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دیتا ہے، لوگوں کے سامنے اس کو بے عزت کر کے خوش ہوتا ہے۔ لوگوں کے سامنے اس کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو بھی بڑے بڑے عیب بنا کر پیش کرتا ہے۔ بیوی خاوند کی غلطیاں ڈھونڈتی ہے اور خاوند بیوی کی۔ ہیں آپس میں میاں بیوی مگر ایک دوسرے کے خلاف دل میں بغض ایسا بھرا ہوتا ہے کہ اگر ڈنڈا بیوی کے ہاتھ میں دیں تو سب سے پہلے وہ خاوند کے سر میں مارے اور خاوند کے ہاتھ میں دیں تو سب سے پہلے وہ بیوی کے سر میں مارے، یہ تعلّق قانونی تعلّق کہلاتا ہے۔

جنونی تعلّق:

اور ایک ہوتا ہے جنونی تعلّق۔ جب میاں بیوی کے درمیان جنونی تعلّق ہوتا ہے تو پھر دفتر سے بھی صاحب بہانہ بنا کر جلدی گھر آجاتے ہیں۔ پھر جب باہر کوئی کہتا ہے: کھانا کھا لو! تو کہتا ہے، نہیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں گھر جا کر کھاؤں گا، مطلب یہ کہ جو سروس مجھے گھر میں ملے گی وہ کہیں نہیں مل سکتی۔ پھر گھر سے باہر رات گزارنی مصیبت نظر آتی ہے، پھر دفتر میں کام کے دوران بھی بہانے سے بیوی کو فون کر رہے ہوتے ہیں، بیوی کو پوچھ رہے ہوتے ہیں آج کیا پکایا، پھر چھٹیوں میں ادھر ادھر آؤٹنگ (گھومنے پھرنے) کے پروگرام بنائے جا رہے ہوتے ہیں۔ پھر بہانے سے او جی ہماری شادی کی سالگرہ کا دن آرہا ہے تو اس دن ایک دوسرے کو گفٹ لئے دیئے جا رہے ہوتے ہیں، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے کے بہانے تلاش کر رہے ہوتے ہیں، اس کو جنونی تعلّق کہتے ہیں۔

لوگ کہتے بھی ہیں کہ یہ دیکھو جی! زن مرید بن گیا ہے۔ایک کان سے سنتے ہیں دوسرے سے نکال دیتے ہیں۔کسی کی پرواہ ہی نہیں کرتے، ایسے بھی دیکھا کہ اتنی افراط وتفریط زندگی میں آجاتی ہے کہ لوگ اپنے سگے ماں باپ کو بھی وہ محبّت نہیں دے پاتے جو وہ اپنی بیوی کو دیتے ہیں، یہ تعلّق کیا کہلاتا ہے ؟ جنونی تعلّق کہلاتا ہے۔میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ بہت رومانٹک زندگی گزارتے ہیں، تو ایک قانونی تعلّق ہوتا ہے اور ایک جنونی تعلّق۔

آج کے مسلمان کی حالت:

اگر آپ نے یہ مذکورہ مثال اچھی طرح سمجھ لی تو ایک افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے عام مسلمان کو اپنے اللہ کے ساتھ قانونی تعلّق رہ گیا ہے۔آج کے عام مسلمانوں کو اپنے اللہ کے ساتھ کون سا تعلّق رہ گیا ہے ؟ قانونی تعلّق۔اسی لئے پوچھتے ہیں یہ سنت ہی ہے نا؟ کوئی واجب اور فرض تو نہیں۔جی میں نے واجب اور فرض پڑھ لئے ہیں اور کیا کروں؟ قانونی تعلّق ہے بس فرض پڑھے بھگتا دیا، نفلیں بھی گئیں، تلاوت بھی گئی، ذکر بھی گیا، باقی مستحبات بھی گئے، بس وہ قانونی تعلّق نبھا رہے ہیں۔زکوۃ اگر کبھی دے دی تو بوجھل دل کے ساتھ، اللہ اللہ خیر صلا۔اللہ راستے میں ایک پیسہ صدقہ دینے کی توفیق نہیں ہوتی۔مسجد میں آنا مصیبت نظر آتا ہے، ایسے وقت میں آتے ہیں، جب امام اپنے عربی خطبے کے آخری الفاظ پڑھ رہا ہوتا ہے اور پچھلی صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ کر وہیں سے سیدھا واپس چلے جاتے ہیں اور مسجد سے نکل کر ایسے اپنے کپڑوں کو درست کرتے ہیں جیسے کسی جیل خانے سے نکل کے باہر آگئے ہیں۔یہ قانونی تعلّق ہے۔مارے باندھے عمل کرتے رہتے ہیں، جتنا جان چھڑوا سکتے ہیں، اتنا چھڑوانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے قانونی تعلّق۔کلمہ پڑھ لیا، اس کو خدا مان لیا، لہٰذا اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔جیسے نکاح پڑھوایا گیا، بیوی ہے، لہٰذا اس کو تنخواہ تو لاکر دینی ہے۔تو

اسی طرح آج کے مسلمان کو اپنے اللہ سے قانونی تعلّق رہ گیا ہے۔

اللہ سے جنونی تعلّق مطلوب ہے:

اور اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے کو مجھ سے جنونی تعلّق ہونا چاہئے۔ اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، یہ مخبر صادق، اللہ کے پیارے محبوب نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے آکر بتائی اور فرمایا:

اُذْکُرُوْ اللّٰہَ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْن تم اللہ کا ذکر اتنا کرو حتی کہ لوگ کہیں کہ یہ تو مجنون ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟ بندے سے جنونی تعلّق چاہتے ہیں۔ اور پھر جب جنونی تعلّق ہوتا ہے، تو پھر فرض پڑھ کر مزہ پورا نہیں ہوتا۔ پھر واجب بھی، سنّتیں بھی، مستحبات بھی، فرض کے بعد مسجد میں مراقبے میں بیٹھنے کو بھی دل کرتا ہے، پھر رات کو تہجّد میں اٹھ کر ملاقات کرنے کو بھی دل کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی یاد میں قرآن کی لمبی تلاوت کرنے کو بھی دل کرتا ہے، پھر انسان عبادت کے بہانے ڈھونڈتا ہے، پھر انسان اللہ تعالیٰ کا نام سن کر تڑپ جاتا ہے، پھر اللہ کے راستے میں کوئی رکاوٹ بنے اس رکاوٹ پر پاؤں رکھ کر انسان آگے گزر جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس بندے کو اللہ رب العزت سے جنونی تعلّق ہوتا ہے۔ جب یہ جنونی تعلّق ہوتا ہے تو پھر زندگی میں محبوب کا ہی غلبہ ہوتا ہے۔ دیکھیں! زلیخا کو یوسفؑ سے محبّت ہوگئی تھی، جنونی تعلّق ہوگیا تھا، اور یہ جنونی تعلّق کیسا تھا؟ اتنا کہنے والے نے کہا:

چوں زلیخا کف سپندہ پابہ عور نام جملہ چیز یوسف کرد بود

زلیخا کا حال دیکھو! اس نے یہاں سے لے کر وہاں تک ہر چیز کا نام یوسف رکھ دیا۔

زلیخا جو چیز سامنے نظر آتی تھی اس کو یوسف کہتی تھی۔ یہ بھی یوسف ہے تو یہ بھی یوسف ہے، یہ بھی یوسف

ہے اس کو دنیا میں سارے یوسف ہی نظر آتے تھے۔ تو جب نفسانی، شیطانی محبّتوں میں جنون کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جنونی تعلّق اللہ رب العزت سے بھی ہو جاتا ہے۔ پھر انسان کے دل پہ اللہ تعالیٰ کی محبّت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پھر انسان کو تلاوتِ قرآن کے بغیر مزہ نہیں آتا، پھر نماز کے بغیر مزہ نہیں آتا، پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح وہ کہتا ہے کہ

''اے اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ''

پھر وہ کہتا ہے:

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے ، تیری فکر سے ، تیری یاد سے تیرے نام سے

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ یہ محبّت کا تعلّق بندے کو میرے ساتھ ہو اس لئے ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ:165) ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبّت ہوتی ہے۔

ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہیں، اتنی محبّت ہوتی ہے انہیں اللہ تعالیٰ سے

محبوب کی ہر چیز اچھی لگتی ہے:

چنانچہ جب کسی سے محبّت ہو تو اس کی چیزوں سے بھی محبّت ہوتی ہے۔ ایک ماں کا بیٹا فوت ہو گیا تھا، وہ بیٹے کے کپڑوں کو دیکھ کر رویا کرتی تھی، بیٹے کے کمرے میں جا کر رویا کرتی تھی، جس چیز پر بھی اس کی نظر پڑتی اسے بیٹا یاد آتا، وہ روتی تھی۔ تو بالکل اسی طرح مومن کو جب اللہ تعالیٰ سے محبّت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے نسبت رکھنے والی کوئی بھی چیز ہو تو بندے کو اس چیز سے محبّت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کو شعائر اللہ سے محبّت ہوتی ہے، کلام اللہ سے محبّت ہوگی، رسول اللہ سے محبّت ہوگی، بیت اللہ سے محبّت

ہوگی، اولیاء اللہ سے محبّت ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے کہ وہ نسبتیں بھی اسے اچھی لگ رہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ جب محبوب کیساتھ محبّت ہو، اس کی معیت اچھی لگتی ہے، اس کے ساتھ ہمکلامی اچھی لگتی ہے، اس کو دیکھنا اچھا لگتا ہے اور اس کے ساتھ ملاپ اچھا لگتا ہے۔

اللہ کے ذکر سے مؤمن کا دل تڑپتا ہے:

اور یہی حال مومن کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کو اللہ تعالیٰ کی معیت ملتی ہے، جو کہ حدیث پاک میں فرما دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ میرا ذکر کرتا ہے،

اَنَاجَلِیْسُ مَعَ مَنْ ذَکَرَنِیْ میں اس بندے کا ہم جلیس ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

میں اس بندے کے پاس ہوتا ہوں۔ چونکہ ذکر کی حالت میں بندے کے ساتھ اللہ کی معیت ہوتی ہے لہٰذا مومن کو اللہ کی معیت اچھی لگتی ہے۔ وہ اپنا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارتا ہے۔ یہ معیت الٰہی اسے اچھی لگتی ہے، ذکر الٰہی میں اسے لذت ملتی ہے، اللہ کا نام سن کر اس کا دل تڑپ جاتا ہے اور یہی بات کہی گئی۔

سنئے اور ذرا دل کے کانوں سے سنئے! فرمایا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (الانفال:2) جو مومن بندے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا تذکرہ ہوتا ہے، ان کے دل تڑپ اٹھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام سن کر مومن کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ اب اس وجلت قلوبھم کو ذرا اور انداز سے سمجھیں۔

ایک بیمارِ عشق کا واقعہ:

ایک واقعہ سن لیجئے! ایک بادشاہ نے کسی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا، بڑی محبّتوں کے ساتھ اس نے اسے محل

میں رکھا، مگر لڑکی روز بروز چپ ہوتی گئی، کمزور ہوتی گئی، اس کی صحت گرتی چلی گئی، شکل دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ یہ خوش نہیں ہے، یہ مغموم ہے، یہ اداس ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بڑے علاج کروائے کوئی دوائی ٹھیک ہی نہیں بیٹھتی تھی۔ ایک طبیب تھا جس کو کچھ باطن کی نظر بھی حاصل تھی۔ اس نے بادشاہ سے کہا: بادشاہ سلامت! میں اس کا علاج کرتا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دیں اور اس کو آپ اس کی باندی کے ساتھ میرے پاس بھیج دیا کریں۔ بادشاہ نے کہا بہت اچھا۔ بادشاہ نے اس کو اس طبیب کے پاس بھیج دیا۔ طبیب نے اس لڑکی کے سارے کوائف جمع کر لئے۔ جدھر سے شادی ہوکر آئی تھی اور جتنے رشتے اس کے آئے تھے اور جتنے رشتے دار اس کے امیدوار تھے، اس نے وہ ساری معلومات اکٹھی کر لیں۔ اس نے اس لڑکی کو بٹھایا اور چیک اپ کیا، اور دیکھا کہ کوئی بدنی مرض نہیں ہے۔ یہ کوئی اندر کا روگ ہے، اندر کا مرض ہے۔ چنانچہ اس نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور اس سے باتیں شروع کر دیں اور باتیں کرتے کرتے اس نے ان سب کے نام لینا شروع کر دیئے جن کے رشتے آئے تھے، تو جب اس نے اس جیولر کا نام لیا جو اس کا کزن بھی تھا اور جس کے ساتھ اس لڑکی کو چھپی محبّت تھی تو اس کی نبض تیز ہوگئی۔ لڑکی دراصل اس کزن سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر ماں باپ نے وقت کے بادشاہ سے شادی کر دی، اب لڑکی دل میں اسے بسا رہی تھی اور گھر بادشاہ کا بسا رہی تھی۔

اب جب طبیب نے دیکھا کہ نبض تیز ہوگئی تو طبیب نے اس سے پوچھ لیا کہ اب بتاؤ بھئی! آپ کے دل کی بات یہی ہے نا کہ آپ کی پسند یہ تھی کہ اس کے ساتھ شادی ہوتی اور ہو بادشاہ کے ساتھ گئی، تو اسے اپنا راز کھولنا پڑا۔

اللہ ذکر سے مؤمن کی نبض تیز ہوجاتی ہے:

تو یہ واقعہ ذہن میں رکھتے ہوئے اب آپ اس آیت کی تفسیر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

،مومن وہ لوگ ہوتے ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ (الانفال:2) جب ان کے سامنے اللہ کا نام آتا ہے وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال:2) ان کی نبض تیز ہو جایا کرتی ہے۔اللہ کا نام سن کر مومن کی نبض تیز ہو جاتی ہے، اللہ سے دل ملا ہوتا ہے، اللہ اس کے دل میں بسا ہوتا ہے، اللہ کی محبّت اسکے دل میں رچ بس چکی ہوتی ہے۔اس لئے اللہ کا نام سن کر یہ بے قرار ہو جاتا ہے، تڑپ اٹھتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے مومن بندے ہیں وہ میرا نام سنتے ہیں تو میرا نام سن کر ان کے دل تڑپتے ہیں، ان کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جایا کرتی ہیں۔کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا ایسا ہی تعلّق نصیب فرمادے۔

تلاوت قرآن......اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی:

تو ذکر سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوئی ہے اور تلاوت سے اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی نصیب ہوئی۔اب اگر کسی کے ساتھ ٹیلیفون پر گفتگو ہو رہی ہو اور درمیان میں محبّت کا جنونی تعلّق ہو تو پانچ منٹ گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلتا، دس منٹ کا بھی پتہ نہیں چلتا۔اگر بیٹا کہے کہ امی میں سعودی عرب سے فون کر رہا ہوں اور آدھا گھنٹہ گزر گیا ہے، تو ماں کہے گی بیٹا! ابھی تو میں نے دو ہی باتیں کی ہیں۔یہ ماں کو جنونی تعلّق ہے۔آدھا گھنٹہ بیٹے سے بات کرتی رہی اور اسے لگتا ہے کہ میں نے دو ہی باتیں کی ہیں۔بالکل اسی طرح مومن کو جب اللہ تعالیٰ سے جنونی تعلّق ہوتا ہے تو وہ گھنٹوں قرآن پڑھتا ہے اسے لگتا ہے کہ ابھی تو میں نے تھوڑا سا اللہ کا قرآن پڑھا ہے۔تو قرآن پڑھتے ہوئے جی نہیں بھرتا، دل چاہتا ہے اور پڑھتا جاؤں اور پڑھتا جاؤں۔وہ پڑھتا ہے اور محبوب سے باتیں کرتے ہوئے اس کا دل تڑپتا ہے اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔قرآن مجید میں اس کیفیت کو یوں کہہ دیا:

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ

الْحَقِّ ج يَقُولُونَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (المآئدہ:83) اللہ اکبر۔

وَ مَا لَنَا لَانُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاجَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (المآئدہ:84) اور جب یوں تڑپ کے بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا (المآئدہ:85) پھر اللہ تعالیٰ بھی عطا فرما دیتے ہیں جو یوں تڑپ کر اپنے رب سے مانگتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ سے پھر ہمکلامی اچھی لگتی ہے، پھر انسان کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اچھی لگتی ہے۔

نماز......اللہ تعالیٰ سے ملاقات:

نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔اسی لئے تو نبی علیہ الصلوۃ والسّلام فرمایا کرتے تھے :

اَرِحْنِيْ يَابِلَالُ اے بلال مجھے ٹھنڈک پہنچا

کیا مطلب؟ اذان دو! میرے دل کو ٹھنڈک مل جائے، میں اپنے رب سے ملاقات کرلوں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ یحدثنا ونحدثه فاذا حضرت الصلوۃ کانه لم یعرفنا و لم نعرفه جب نماز کا وقت آجاتا تھا، اللہ کے نبی ﷺ ایسے ہو جاتے تھے کہ وہ ہمیں نہیں پہچانتے تھے۔فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ اذان کی آواز سنی تو اللہ کے محبوب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔میں ذرا سامنے آئی تو نبی ﷺ نے پوچھا: من انت؟ (تو کون ہے؟) میں نے کہا: عائشہ،تو نبی ﷺ نے فرمایا من عائشة؟ (عائشہ کون؟) میں نے کہا: بنت ابی بکر (ابوبکر کی بیٹی)۔فرمانے لگے: من ابو بکر؟ ابوبکر کون؟ میں نے کہا: ابن ابی قحافه۔فرمانے لگے: من ابی قحافه؟ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا کہ

ابوقحافہ کون؟ پھر میں گھبرا گئی کہ نبی ﷺ اب کسی کو نہیں پہچانیں گے۔ پیچھے ہٹ گئی نبی اکرم ﷺ کی جب کیفیت پھر عام حالت والی ہوئی اور وہ محبّت کی کیفیت ذرا کم ہوئی تو فرمایا: عائشہ!

لی مع اللہ وقت میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے۔

کوئی نبی مرسل، کوئی اللہ کا فرشتہ اس وقت میرے اور اللہ کے درمیان حائل نہیں ہوسکتا۔ پھر اللہ سے ملاقات کرنے کو دل چاہتا ہے۔اور یہ نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا سبب بن جاتی ہے، پھر مومن کا دل نماز سے نہیں پھرتا، پھر فرض پڑھنا تو اپنی جگہ پھر بنا سنوار کے واجب بھی پڑھتا ہے، سنت بھی پڑھتا ہے، نفل بھی پڑھتا ہے اور پھر نفل سے بھی دل نہیں بھرتا تو اور زیادہ اپنے رب کے سامنے لمبا قیام کررہا ہوتا ہے، لمبا سجود بھی کررہا ہوتا ہے، یہ اللہ سے ملاقات ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا، فرماتی ہیں:

واذا سمع الآذان کانہ لا یعرف احدا من الناس

(نبی اکرم ﷺ جب آذان سنتے تھے، ایسے ہو جاتے تھے جیسے لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پہچانتے) اب اپنے رب نے بلا لیا، جیسے دلہے کی شادی ہو اور اسے گھر جانا ہو اور اس وقت میں دوست بلائیں، آؤ یار! ہم آپ کو کوک پلاتے ہیں تو وہ کہے گا کہ آج تو تیری کوک میرے گلے کو ''چوک'' کرے گی، آج نہیں میں کوک پیتا، مجھے آج گھر جانا ہے۔اسی طرح مؤمن کی کیفیت ہوتی ہے، جب وہ آذان کی آواز سن لیتا ہے پھر اس کو مسجد کی طرف جائے بغیر چین نہیں آتا، پھر وہ اللہ کی محبّت میں وضو کر کے خراماں خراماں اللہ کے گھر کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے وہ اس حاجی کی طرح ہوتا ہے جو احرام باندھ کر اپنے رب کے گھر کا

دیدار کرنے کیلئے جارہا ہوتا ہے۔ یہ محبّت کا تعلّق ہمیں بھی نصیب ہو جائے تو یہ ملاقات نماز کے ذریعے انسان کو نصیب ہوتی ہے۔

موت......تحفۂ مومن:

اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ جب محبوب کو دیکھنے کا دل کرتا ہے۔ انسان اللہ کو دیکھنے کیلئے تڑپتا ہے۔ تو پھر کیا ہوتا ہے؟ پھر انسان چاہتا ہے کہ اللہ! بس اب مجھے جلدی اس دنیا سے جانے کا موقع نصیب ہو جائے، پھر اسے موت اچھی لگتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ اَلْمَوْتُ موت مومن کیلئے تحفہ ہوتی ہے

کہنے والوں نے کہا:

اَلْمَوْتُ جُسْرٌ یُوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیا کرتی ہے

پھر وہ انتظار میں رہتا ہے کہ میں کب اس دنیا سے جاؤں گا اور اپنے مولیٰ سے جا کر ملوں گا، اس حدیث پاک میں آتا ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهَ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے انسان کو مزہ آئے گا۔

محفلِ دیدار:

چنانچہ قیامت کے دن مومن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریگا۔ اتنا مزہ آئے گا اتنا مزہ آئے گا کہ مومن وہاں

سے جنت میں جانا ہی نہیں چاہیں گے، چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو جنت میں لے جاؤ۔ یہ ایسا ہی ہوگا کہ پیر صاحب کہہ بھی دیتے ہیں کہ بھئی! اب آپ یہاں سے چلے جائیں! تو عاشق لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں سے ہلتے ہی نہیں۔ کہتے ہیں جی پتہ نہیں کیا مقناطیسیت ہے! زمین سے ملنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ تو وہ کہہ بھی دیتے ہیں کہ بھئی آپ اب یہاں سے چلے جائیں! محفل برخاست ہوگئی ہے، تو محبّت والے وہیں بیٹھے رہتے ہیں پھر ان کو کہہ کر لے جانا پڑتا ہے اور انتظامیہ والے ان کی منتیں کر کے لے جا رہے ہوتے ہیں اور ان کی کمر پر ہاتھ پھیر کر تھپکیاں دیتے ہیں اچھا بھئی! پھر آجانا، ابھی تشریف لے جائیں تو ان کو بھیجنا پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو کہہ دیا جائے گا کہ جنت میں چلے جاؤ! فرشتے ان کی منتیں کریں گے، مومن وہیں اللہ کے دیدار میں مست کھڑے رہیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ تعجّب کرتا ہوں ان لوگوں پر جن کو قیامت کے دن فرشتے نور کی زنجیروں سے باندھ کر جنت میں کھینچ کر لے جائیں گے، ان کی طبیعت جانے کو نہیں کرے گی، اللہ کے دیدار میں اتنے مستغرق ہوں گے، یہ محبّت ہوتی ہے۔ پھر انسان کو نماز کا مزہ، تلاوت کا مزہ اور پھر انسان کو زندگی کا مزہ آتا ہے۔

اللہ! وہ دل دے جو تیرے عشق کا گھر ہو　　دائمی رحمت کی تیری جس پر نظر ہو
دل دے کہ تیرے عشق میں یہ حال ہو اس کا　　محشر کا اگر شور ہو تو بھی نہ خبر ہو

اے اللہ! ایسا دل دے دیجئے، ایسی آپ کی محبّت اس میں سما جائے کہ محشر کا شور بھی ہو تو پھر بھی میرے دل کو اس کا پتہ نہ چلے، میں اللہ کی محبّت میں ایسا مست رہوں۔ اللہ رب العزت ہمیں یہ نعمتیں نصیب فرمائے۔

محبّت الٰہی کا حصول:

اب یہ محبّت الٰہی ہم کیسے حاصل کرسکتے ہیں؟ اس کے لئے ہمارے مشائخ نے کچھ طریقے بتائے ہیں۔ سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے!!

(ا) طلب صادق:

چنانچہ آپ کا یہاں آنا اس بات کی دلیل کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نوازنا چاہتے ہیں۔ وہ کیسے بھئی؟ وہ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کوئی چیز نہ دینا چاہیں تو اس چیز کی طلب بندے کو نہیں دیا کرتے۔ ورنہ یہ سخی کی شان کے خلاف ہے کہ مانگنے والا مانگے اور سخی نہ دے، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مانگنے کی توفیق بعد میں دیتے ہیں اور دینے کا ارادہ پہلے فرما لیتے ہیں۔

مَنْ طَلَبَ فَقَدْ وَجَدَ جس نے طلب کیا اس نے پالیا۔

آپ سچے دل کے ساتھ آج تمام نفسانی، شیطانی، شہوانی محبّتوں کو دل سے نکالنے کا عہد کرلیجئے! اور اللہ سے ان کی محبّت کو طلب کرلیجئے اور پھر دیکھئے کہ یہ محبّت آپ کے دل کو کیسے گرماتی ہے، یہ محبّت آپ کے دل کو کیسے بھر دیتی ہے؟ یہ برتن بھر جائے گا مگر اس میں اگر پہلے سے کوئی گند ہوا تو اس گند کو نکالنا پڑے گا، صاف کرنا پڑے گا۔ چونکہ اس گند سے اچھی طرح توبہ نہیں کرتے تو محبّت کی وہ چاشنی نہیں ملتی جو ملنی چاہیئے۔ تو ہمارے مشائخ نے اسکے طریقے بتائے ہیں کہ یہ محبّت الٰہی کیسے ملتی ہے؟

ایک طریقہ تو اس کا حدیث پاک میں آیا ہے، مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ ''اللہ کی محبّت ملتی ہے موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے اور تلاوت قرآن کثرت کے ساتھ کرنے سے''۔

(۳) موت کی یاد:

موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کا کیا مطلب؟ موت کو کثرت سے یاد کرنے سے آرزوئیں ٹوٹتی ہیں ،چاہتیں ختم ہوتی ہیں، انسان کے دل میں جو آرزوئیں ہوتی ہیں، جن کو انسان نے اپنی جان بنایا ہوتا ہے، بلکہ جنہوں نے انسان کو نوجوان بنایا ہوتا ہے۔ کسی نے کہا تھا ''ابھی تو میں جوان ہوں'' اور آگے ایک بوڑھا تھا تو اس نے سن کر کہا کہ ابھی تو میں نوجوان ہوں۔ تو یہ آرزوئیں موت کی یاد کے ساتھ کم ہو جاتی ہیں، یہ ٹوٹتی ہیں۔ اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا:

اذکروا ھاذم للذات الموت لذتوں کو توڑ دینے والی چیز موت کو یاد کرو!

تو موت کو کثرت سے یاد کرنے سے دنیا کی آرزوئیں ٹوٹتی ہیں۔ انسان ایک حساب سے اپنے آپ کو کھانے کمانے میں مصروف کرتا ہے۔ بے حساب نہیں کرتا کہ نماز کی فرصت ہی نہ ملے، بے حساب نہیں کرتا کہ انسان کو تہجّد کی توفیق نہ ملے۔ اس کو ایسا رکھتا ہے کہ اعمال بھی اس کے ساتھ چل رہے ہوتے ہیں۔ تو موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنا اور قرآن پاک کی کثرت کے ساتھ تلاوت کرنا۔

(۴) انعاماتِ باری تعالیٰ کا استحضار:

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے انعامات کا استحضار کرنا، مراقبہ کرنا، سوچنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں۔ تو بیٹھ کر سوچنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھی شکل دی، اچھی عقل دی، اچھی صحت دی، گھر دیا، گھر والی دی، محبّت کرنے والی اولاد دی، عزت دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا کیا نعمتیں دیں! جتنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کریں گے، اتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبّت دل میں زیادہ آئے گی۔ اس لئے کہ محسن کے ساتھ انسان کو فطری محبّت ہو جاتی ہے۔ جب اللہ کی نعمتوں کو ہم یاد کریں گے تو اللہ تعالی سے قدرتی محبت ہو جائے

گی۔اس لئے تو فرمایا

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (الرحمن) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا۔ یوں سوچیں کہ اگر میرے کاروبار ٹھپ ہو جائیں تو کیا ہوگا؟ پھر محسوس ہوگا کہ کاروبار کتنی بڑی نعمت تھی۔ اگر میرا بیٹا فوت ہو جائے تو کیا ہوگا؟ پھر محسوس ہوگا کہ بیٹا کتنی بڑی نعمت تھا۔ اگر بیوی فوت ہو جائے تو میرا کیا بنے گا؟ اگر میرا خاوند فوت ہو جائے تو کیا ہوگا؟ اگر کوئی ایسا کام ہو کہ میری Public insult (سرعام رسوائی) ہو جائے تو کیا بنے گا؟ اگر مجھے Blood Cancer (خون کا کینسر) ہو جائے تو کیا بنے گا؟ اگر میری بینائی چلی جائے تو کیا ہوگا؟ اسی طرح ان نعمتوں کے بارے میں سوچیں کہ ان کے چلے جانے سے کیا ہوگا۔ پھر دل کہے گا کہ نہیں ان نعمتوں کا میں محتاج ہوں، ان کا رہنا میرے لئے ضروری ہے۔ پھر انسان کو منعمِ حقیقی کے ساتھ محبّت ہو جائے گی تو انعامات الٰہی کو یاد کریں۔ اور اگر یہ انعامات انسان کو یاد نہ آئیں تو پھر اللہ والوں کے پاس آئے اور کہے جی کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد نہیں آتے۔ وہ پھر انہیں گن گن کر دکھائیں گے کہ تیرے اوپر اللہ تعالیٰ کے کون کون سے انعامات ہیں؟ وہ پھر اسے بتاتے ہیں، سمجھاتے ہیں اور بندے کو اپنی اوقات یاد دلاتے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے لیے محبّت کرنا:

حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔ وجبت محبتي میری محبّت واجب ہوگئی، ان لوگوں پر جو میری رضا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ محبّت کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی محبّت بڑھتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبّت کرنا۔ چنانچہ استاد شاگرد کی محبّت اللہ کے دین کی وجہ سے، پیر مرید کی محبّت اللہ کے

دین کی وجہ سے تو یہ محبت بھی اللہ کی محبّت کے بڑھنے کا سبب بن جاتی ہے۔

(۶) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ میری محبت واجب ہوگئی، ان لوگوں پر جو میری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(۶) صلہ رحمی:

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ میری محبّت واجب ہوگئی ان لوگوں پر جو میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، یعنی رشتے ناطے جوڑتے ہیں۔ تو حدیث مبارکہ میں تین باتیں بتائی گئیں: ایک صلہ رحمی کرنا، اللہ کے راستے میں صدقہ کرنا، اور اللہ کے لئے محبّت کرنا۔ ان تینوں سے محبّت بڑھتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم تینوں کام بڑے اہتمام سے کریں۔ تو کل پانچ کام بن گئے، موت کو یاد کرنا، کثرت سے قرآن پڑھنا، اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرنا، اللہ کے راستے میں خرچ کرنا، اور اللہ تعالی کے لئے رشتے ناطوں کو قائم کرنا۔ اگر ان پانچ چیزوں کو ہم اہتمام سے کریں گے تو آپ دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت دل میں بڑھ جائے گی اور آپ اس کی کھچاوٹ کو خود محسوس کریں گے۔

کھچاوٹ والی محبّت:

دیکھیں! آج محبّت تو سب میں ہے کھچاوٹ والی محبّت نہیں ہے۔ وہ کھچاوٹ والی محبّت مل جائے، ایسی محبّت جو بندے کو اپنی طرف کھینچے وہ محبّت انسان کو نصیب ہو جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ میرے بندے میری یہ محبّت حاصل کرلیں۔ اسی لئے تو ارشاد فرمایا

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:165) ایمان والوں کو اللہ سے شدید محبّت ہوتی ہے۔

بھئی! جب بندوں کو اللہ تعالیٰ محبت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی تو بندوں سے محبت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو بندوں سے بہت محبّت ہے۔ اسی لئے اگر ساری دنیا کی ماؤں کی محبّتوں کو جمع کر دیا جائے، ستر حصوں میں سے ایک حصہ نہیں بن سکتی۔ اتنی محبّت اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ○وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ○ (التین:2-1)

طور سینین کی تفسیر میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت پہاڑ کی قسمیں کھا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے اس کی تفصیل لکھی کہ اصل وجہ یہ تھی کہ اس کوہ طور پر ایک اللہ سے محبّت کرنے والے عاشق، سیدنا موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کرتے تھے، ملاقات کرتے تھے۔ تو جب محبوب سے محبّت ہوتی ہے تو جس جگہ پر ملاقات ہوتی ہے وہ جگہ بھی اچھی لگتی ہے۔ عورتیں جس گھر میں رخصت ہو کر آتی ہیں، ان کو اس گھر سے قدرتی محبّت ہوتی ہے، اس گھر کو چھوڑنے کو دل نہیں کرتا، انسان کی یہ فطرت ہے، کیونکہ پہلی ملاقات ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھو! جب محبّت والی جگہ اتنی اچھی لگی کہ اللہ رب العزت نے قرآن میں اس جگہ کی قسمیں کھائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو یہ محبّت کتنی عزیز اور پسند ہوگی۔

اللہ کو کتنی محبّت ہے؟

اس لئے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نہیں مانو گے، شریعت کی اتباع میں سستی کرو گے، ہم تمہیں بدل کر ایسی قوم کو لائیں گے۔

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (المآئدہ:54) اللہ ان سے محبّت کریں گے اور وہ اللہ سے محبّت کریں گے

اب اس میں اللہ تعالیٰ نے یحبھم کو پہلے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے محبّت کریں گے اور بندے

اللہ سے محبّت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کو یہ محبت اتنی اچھی لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محبّت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی محبّت کا تذکرہ پہلے کیا، بندوں کی محبّت کا تذکرہ بعد میں کیا۔

يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ (المآئدہ: 54) واہ میرے مولیٰ!! آپ کو اپنے بندوں کے ساتھ کتنی محبّت ہے؟

محبّت الٰہی، زندگی کی گاڑی کا پٹرول:

تو میرے دوستو! محبّت الٰہی کی حالت گاڑی کے پٹرول کی مانند ہے، جیسے گاڑی ڈیزل اور پٹرول سے چلتی ہے، ایسے ہی یہ محبّت الٰہی ہماری زندگی کا ڈیزل اور پٹرول ہے، جس طرح پٹرول کے بغیر گاڑی چلتے چلتے بند ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ محبّت الٰہی نہ رہے تو انسان کی زندگی کی گاڑی بھی چلتے چلتے بند ہو جاتی ہے۔

محبّت الٰہی کی قدر:

اس محبّت کی اگر دل میں قدر ہو تو پھر تو بندہ اپنی جان بھی اس محبّت کی خاطر دے دے اور پھر بھی یہ سوچے کہ میں نے یہ محبّت سستی لی ہے۔

متاعِ وصلِ جاناں بس گراں است	گر ایں سودا بجا بودے کہ بودے

اگر یہ سودا مال دے کر بھی حاصل ہو جائے تو پھر بھی سستا حاصل ہو گیا، اگر اللہ کی محبّت جان دیکر بھی مجھے مل جائے تو بڑی نعمت ہے، اس لئے میں نے اللہ کو اور اللہ کی محبّت کو حاصل کر لیا۔

کسی نے اللہ کی محبّت میں اپنا سارا مال خرچ کر دیا تو خواب میں اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ بندے! تو نے جب اتنا کچھ میرے راستے میں خرچ کر دیا، اب میں نے اس کے بدلے میں تجھے محبّت عطا کر دی تو اس بندے نے اٹھ کر شعر کہا، کہتا ہے:

جمادا چند دازم جاں خریدم بحمد للہ عجب ارزان خریدم

کہ میں نے چند ٹھیکریاں دیں، تھوڑے پیسے دیئے اور جان خرید لی، اللہ کی قسم! میں نے بڑی ارزاں خریدی ہے۔لہٰذا جان دے کے بھی اللہ کی محبّت مل جائے تو دوستو! یہ بڑا سستا سودا ہے۔اس لئے کہنے والوں نے کیا عجیب بات کہی! سبحان اللہ اللہ اکبر کبیرا!! فرماتے ہیں:

جان دیتن بردی و در جانی ہنوز دردہا دا دی و در مانی ہنوز

میرے محبوب نے میرے بدن میں سے میری جان نکال لی اور ابھی میری جان میں وہ موجود ہے مجھے درد ساری اسی نے دی اور درد کی دوا بھی اسی کے پاس ہے۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ای نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آپ نے اپنی قیمت دونوں جہان بتلائی ہے، اے میرے بندے! اگر مجھے چاہتے ہو تو دونوں جہان قربان کر دو! تمہیں نہ دنیا کی خواہش رہے نہ آخرت کی خواہش رہے، میں تمہاری تمنا بن جاؤں۔او میرے بندو! تم میری خاطر دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جاؤ! اے میرے محبوب حقیقی! قیمت بڑھا دیجئے یہ سودا تو آپ نے بڑا سستا بتایا ہے، اللہ اکبر۔

محبتِ الٰہی کیلیے مناجات:

لہٰذا آج کی اس محفل میں اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبّت مانگیے۔جتنی چاہیں مانگیں، مانگنے والے نے تو یہ کہا:

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں میری سادگی دیکھ! کیا چاہتا ہوں؟

ہم آج اللہ تعالیٰ سے اس محبّت کی انتہا مانگیں۔اللہ میں دونوں جہان دے کر آپ کو لینے کے لئے تیار ہوں، اے میرے مولیٰ! میں اسی کے لئے تو حاضر ہوا۔اے مالک! میں دل میں یہ فیصلہ کر کے بیٹھا ہوں، اے اللہ! آج میں آپ کی محبّت دل میں لوں گا، آپ کی محبّت دل میں بھروں گا۔اے مالک! میں

مخلوق کی محبّتوں سےتھک گیا ہوں، اللہ! میں دردر کے دھکے کھا کھا کر تھک گیا ہوں، اے اللہ! میں نے جگہ جگہ منہ مارا، سوائے حسرت کے مجھے کچھ نہیں ملا۔ اللہ! ایک تیرا ہی تو در ہے جہاں سچی محبّت ملتی ہے، اے اللہ! آج سچی محبت کو لینے کیلئے میں آیا بیٹھا ہوں، میرے مولیٰ میں نے دامن پھیلا دیا مجھے عطا کر دیجیے۔ رب کریم ہم نے اپنے علماء سے سنا ہے کہ کسی نے حاکم سے پانچ دینار مانگے تھے، حاکم نے اسے پانچ سو دینار دے دیے۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ مانگنے والے نے پانچ مانگے تو دینے والے نے پانچ سو کیوں دیے؟ اس نے کہا: وہ مانگنے والے کا ظرف تھا، یہ دینے والے کا ظرف ہے۔ اللہ! ہم آج آپ کی محبّت مانگتے ہیں، یہ مانگنے والے کا ظرف ہے، اللہ! دینے والے کا ظرف بہت بڑا ہے، آپ کے خزانے بہت وسیع ہیں، اے مالک! آج آپ خزانوں کے در کھول دیجئے، ہمارے دلوں میں محبّت بھر دیجیے، اک نگاہ ناز سے اللہ! ہمارے دلوں کو تڑپا دیجیے، اللہ! آج ہمیں عبادت کی لذت عطا کر دیجیے، تلاوت کی لذت عطا کر دیجیے، بے ذوق سجدے کب تک کرتے رہیں گے! بے سرور نمازیں کب تک پڑھتے رہیں گے! میرے مالک! آج ہم نے فیصلہ کرلیا، ہم آپ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھے ہیں۔ یا اکرم الاکرمین! یا احکم الحاکمین! یا حنان یا منان!!! آج ہم عاجز مسکینوں پہ اپنی رحمت کی نظر فرما دیجیے۔ آج ہم زندگی کا سودا کرنا چاہتے ہیں، اللہ! زندگی میں بڑے سودے کیے مگر کچھ نہیں پایا، آج ایک بڑا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اے مولیٰ! آج ہم آپ سے آپکی محبّت مانگتے ہیں، اے اللہ!! کسی دنیا دار سے مانگتے، دل میں خیال آتا، پتہ نہیں دے گا یا نہیں دے گا؟ آج تو ہم آپ سے مانگ رہے ہیں، اے مولیٰ!! آپ تو مانگنے والوں کو دے کے خوش ہوتے ہیں، اے اللہ! اپنی محبّت عطا فرما دیجیے، دلوں کو اپنی محبّت سے بھر دیجیے، غیر کی محبّتوں سے نجات عطا کر دیجیے، اللہ! دلوں کو دھو دیجیے، اے مالک! ہمیں اپنا دیوانہ بنا لیجیے، اپنا مستانہ بنا لیجیے، رب کریم!

شراب محبّت پلا دے مجھے تو دیوانہ اپنا بنالے مجھے
تیرے جلوے کو دیکھ کر جان دوں مروں تو تیرے فضل سے یوں مروں
رہوں گور میں بھی دیوانہ تیرا نہ موقوف ہو منہ دکھانا تیرا
اٹھوں تو تیری یاد میں پھر اٹھوں غرض عشق ہی میں جیوں اور مروں

اللہ!! اپنی ایسی محبّت دے دیجئے کہ ہم اسی محبّت میں زندگی گزاریں، اسی محبّت میں مریں اور قیامت کے دن اسی محبّت میں کھڑے کردیے جائیں، اللہ! پھر آپ ہمیں دیکھ کر مسکرائیں، ہم آپ کو دیکھ کر مسکرائیں، اللہ! اس قابل نہیں ہیں، مگر تمنا تو ضرور ہے، اللہ!

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے، تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں؟ اسے پھر بھی شوق وصال ہے

اللہ! اپنی گندگیوں کے باوجود، اپنی کوتاہیوں کے باوجود اپنی نالائقیوں کے باوجود، اے مالک!! ہم آپ کا بننا چاہتے ہیں۔ اللہ! اسی لئے گھروں کو چھوڑا، وطن کو چھوڑا، قبیلہ چھوڑا، بیوی بچوں کو چھوڑا، اللہ! دور کا سفر کرکے یہاں پہنچے، تیری تلاش میں آئے۔

میں کہاں کہاں نہ پہنچا تیری دید کی طلب میں

اللہ! تیری دید کی طلب میں میں نے کہاں کہاں کے سفر کئے!! کوئی بسوں میں ٹھوکریں کھا کر آیا، اللہ! کوئی گاڑیوں میں راتوں کو جاگ کر آیا، کوئی ہوائی جہازوں کے سفر کرکے آیا، اللہ! یہ تیرے بندوں کا مجمع ہے، یہ تیرے تلاش کرنے والوں کا مجمع ہے، اللہ! یہ آپ کو چاہتے ہیں، میرے مولیٰ! ان بندوں کو خالی نہ لوٹائیے گا، اللہ! ان کے دلوں کو بھر دیجیے گا، اللہ! یہ وقت زندگی میں پتہ نہیں پھر کب نصیب ہو؟ اللہ! آج اس موقع پر ہماری توبہ بھی قبول کرلیجیے اور اللہ!! ہمارے دلوں کو غیر کی محبّتوں سے دھو دیجیے اور

اپنی محبّتوں سے دل کو بھر دیجیے اور ہمیں اپنا دیوانہ بنالیجیے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ (البقرہ:165) ہمیں وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (الانفال:2) کا مصداق بنالیجیے۔

اللہ! ایسا دل عطا کر دیجیے! آپ کا نام سن کر دل تڑپ اٹھے، آذان کی آواز سن کر دل تڑپ اٹھے، نماز پڑھنے سے دل نہ بھرے، تلاوت کرنے سے دل نہ بھرے، اللہ تیری یاد میں لگے رہیں، اللہ!! ہمیں بھی اپنی ایسی محبّت والی زندگی عطا فرما دیجیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ